سیاساتِ عالم

حزب اللہ
بیسویں صدی کی پہلی اسلامی تحریک

ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی

مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت ہماری حالیہ تاریخ کی عظیم شخصیت تھی۔ مولانا کے افکار و خیالات کی تشکیل جن حالات میں ہوئی انھیں سامنے رکھنا بہت ضروری ہے۔ اسی سے ان کی صحیح قدر و قیمت کے تعین میں مدد ملے گی اور ان سے استفادہ آسان ہوگا۔ مولانا آزاد کو ایک ایسی دنیا ملی جس میں ہر طرف مغرب کا، خاص طور پر انگریزوں کا ہی نہیں کہ سیاسی اقتدار قائم تھا بلکہ ان کی فکر اور تہذیب کی بھی حکم رانی تھی۔ برصغیر بھی اسی اقتدار کے تحت تھا۔ اس اقتدار کے خلاف آزادی کی جدوجہد شروع ہو چکی تھی۔ مولانا آزاد اس میں پوری طرح شریک تھے بلکہ اس کے ایک سرخیل تھے۔ برصغیر سے باہر کے مسلم ممالک بھی مغرب کے زیر تسلط تھے۔ ان ممالک میں بھی اس کے خلاف جذبات پرورش پا رہے تھے اور آزادی کی جدوجہد شروع ہو چکی تھی۔ خلافت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور اس کے احیاء کی خواہش اور کوشش جاری تھی۔ مغرب ان تمام کوششوں کو بزور دبانے اور کچلنے کے درپے تھا۔ ایک طرف جمہوریت، آزادی فکر و عمل اور مساوات کا درس دے رہا تھا، دوسری طرف اپنے حدود اختیار میں ان سب اقدار کی مسلسل خلاف ورزی کر رہا تھا۔ بادشاہت کو مدد کرنے کے باوجود آمرانہ روش اور استبداد کا رویہ اختیار کر رکھا تھا۔ ان حالات میں مسلمانوں کے لیے مولانا آزاد نے جو خطوط کار اور طریقہ عمل تجویز کیا تھا اس کے کئی پہلو آج کے حالات میں نظر ثانی کے محتاج ہیں۔ بعض باتیں اصولی ہیں ان کی قدر و قیمت ہر دور میں باقی رہے گی۔ بعض باتیں اس وقت کے حالات کے زیر اثر کہی گئی ہیں۔ وہ اپنے وقت پر صحیح ہو سکتی ہیں لیکن آج کے حالات پر ان کا پوری طرح انطباق نہیں

ہوتا۔ اسی پہلو سے ذیل کے مضمون کا مطالعہ ہونا چاہیے۔ (جلال الدین)

مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء — ۱۹۵۸ء) نے ۱۳ر جولائی ۱۹۱۲ء کو ہفتہ وار الہلال کا اجرا کیا۔ ابھی اس کی اشاعت کو ایک سال اور دو ماہ ہی مکمل ہوئے تھے کہ حکومت نے اس کی حق گوئی اور بے باکی سے گھبرا کر ۱۸ر ستمبر ۱۹۱۳ء کو دو ہزار روپے کی ضمانت طلب کر لی۔ فاضل مدیر نے ۲۲ ستمبر کو یہ رقم جمع کر دی۔ حکومت نے مزید ستم یہ کیا کہ ۱۴ر اور ۲۱ر اکتوبر ۱۹۱۴ء کے مشترکہ شمارہ کو ضبط کر لیا۔ اس پر بھی الہلال کے صدائے احتجاج اور قوت پرواز میں کوئی کمی نہ آئی تو ۱۶ر نومبر ۱۹۱۴ء کو حکومت نے پچھلی ضمانت ضبط کر لی اور دس ہزار روپیوں کی نئی ضمانت کا مطالبہ کر دیا۔ مطالبہ پورا نہ کرنے کی وجہ سے ۱۸ر نومبر ۱۹۱۴ء کی اشاعت کے بعد خود ہی الہلال بند کر دیا۔ ۲۔ سال ۴ ماہ کی اس مختصر ترین مدت میں الہلال اور اس کے فاضل مدیر نے جو کارہائے نمایاں انجام دیے ان میں سرفہرست حزب اللہ جیسی اسلامی انقلابی تحریک کی تشکیل اور توسیع ہے۔

الہلال نے مسلمانوں میں جس پیغام کو عام کرنے کا بیڑا اٹھایا اس کے تین بنیادی نکات تھے:

۱۔ اسلام اور قرآن کسی شخصی اقتدار کو جائز تسلیم نہیں کرتے۔ وہ آزادی اور جمہوریت کا ایک مکمل نظام ہے جو نوع انسانی کو اس کی چھینی ہوئی آزادی واپس دلانے کے لیے آیا تھا[۱] اور یہ کہ وہ ہاتھ نہایت مقدس ہے جس میں صلح کا جھنڈا لہرا رہا ہے مگر زندہ وہی ہاتھ رہ سکتا ہے جس میں خونچکاں تلوار کا قبضہ ہو[۲]

۲۔ مسلمانوں کی نجات و فلاح نہ تو دعوت تعلیم میں ہے نہ دعوت قومیت و سیاست میں، نہ انجمنوں کی کثرت میں ہے اور نہ محض مدرسوں اور کالجوں کے قائم کرنے میں، بلکہ جب تک حضرات انبیاء کرام کے اسوۂ حسنہ اور داعیٔ اسلام کی سنت مقدسہ سے کوئی دعوت حق ماخوذ نہ ہوگی اس وقت تک کامیابی اور فلاح حاصل نہیں ہو سکتی[۳]

۳۔ ہندوستان کی آزادی اور ملک کی ترقی کا جھنڈا خود مسلمانوں کے ہاتھ میں ہونا چاہیے کیونکہ اسلام آگے رہنے کے لیے ہے پیچھے رہنے کے لیے نہیں اور اس کا مقصد نوع انسانی کو ہر قسم کی بیڑیوں سے آزاد کرنا اور انھیں مکمل آزادی دلانا تھا[۴]

الہلال کے اِن نکات ثلاثہ کو اگر ایک لفظ میں سمیٹنا مقصود ہو تو اس کے لیے 'اتباع کلمات اللہ اور جمیع ماجاء بہ القرآن' کے الفاظ استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ مولانا آزاد کے الہلالی پیغام میں 'رجوع الی القرآن' کا مرکزی سبق بڑا نمایاں اور ممتاز مقام رکھتا تھا۔ وہ خود مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہیں:

"اگر اسلام ان کو پالیٹکس کی طرف بلائے تو لبیک کہہ کر دوڑ جائیں۔ اگر وہ اس سے اجتناب کی تعلیم دے تو اشارے کے ساتھ ہی مجتنب ہو جائیں۔ اگر وہ کہے کہ غلامی اور خوشامد وہی چیزیں اصلی ذریعۂ فوز و فلاح ہیں تو وہ سر سے پاؤں تک غلامی کی تصویر بن جائیں۔ اگر وہ کہے کہ آزادی و حقوق طلبی ہی میں قومی زندگی اور عزت ہے تو ان کا وجود یکسر پیکر حریت اور جہد حریت ہو جائے۔ اخلاق، تعلیم، تمدّن، شائستگی، اصلاح معاشرت غرض یہ کہ ہر ایک متمدن زندگی کے جتنے اجزا ہیں ان میں وہ جس طرف بلائے اُسی طرف جھک جائیں۔ خود ان کی کوئی خواہش، کوئی ارادہ، کوئی تعلیم، کوئی پالیسی نہ ہو۔ ان کی خواہش اور پالیسی صرف اتباع قرآن ہو۔"

الہلال نے اتّباعِ قرآن کے ساتھ جہاد کی فرضیت کا فتویٰ بھی کھلے لفظوں میں صادر کیا اور اقرار شہادتین کو فرائض اسلامیہ میں سے پہلا فرض اور جہاد کو آخری فرض قرار دیا اور پانچ وقت کی نمازوں کی ادائیگی کی طرح حق وعدل کے قیام کے لیے اپنا نفس اور اپنا خون بہانے کو حکم اجباری سے تعبیر کیا۔ انگریزوں کے خوف اور بعض وقتی مصالح کے پیش نظر متعدد علماء و متجددین نے اُس وقت فرضیت جہاد کی منسوخی کا فتویٰ دے دیا تھا[۱] اور بعض مصنفین نے اگر جہاد کی مشروعیت کو تسلیم کیا بھی تو اسے دفاع کے اندر محصور قرار دے دیا تھا۔[۲] بعض عالموں نے قرآن کے حکم جہاد کو محض سعی و جہد اور زبانی و تحریری تبلیغ کے ہم معنیٰ ہونے کا اعلان کر دیا تھا مگر الہلال نے بغیر کسی معذرت اور حیلہ و بہانہ کے جہاد کے فرض ہونے کا بڑے دبدبہ سے اعلان کیا۔ مولانا آزاد نے لکھا کہ بلاد اسلامیہ کے کسی حصّہ پر جب بھی حملہ ہوگا دنیا کے ہر مسلمان پر احکام خمسہ کی طرح فرض ہوگا کہ جانی مالی اور تبلیغی جہاد کے

لیے اٹھ کھڑا ہو اور اگر ایسا نہ کرے گا" تو اس کی تمام عبادات مالی و بدنی باطل و بے سود ہیں کیونکہ نماز روزہ اسی وقت ہے جب تک کلمۂ توحید کو بقا ہے لیکن جب جڑ خطرے میں ہو تو شاخیں قائم نہیں رہ سکتیں۔[۵۹]

یہ تھی اس نظریاتی ہمواری اور فکری تیاری کی تلخیص جس کے لیے مولانا آزاد الہلال کے اولین شمارہ سے ہی یکسو تھے اسی ذہنی و فکری پس منظر کے ساتھ حزب اللہ کی تشکیل عمل میں آئی۔ چنانچہ الہلال میں مولانا نے " من انصاری الی اللّٰہ" (کون ہیں اللہ کی راہ میں میرے مددگار؟) کے عنوان کے ساتھ پہلے یہ نوٹ شائع کیا:

"پھر کہتا ہوں، آج جبکہ ہماری قومی زندگی کا کوئی شعبہ بھی ایسا نہیں ہے جو محتاج احیاء نہ ہو۔ کاموں کی کوئی کمی نہیں ہے کمی صرف مجاہدین حق اور جاں نثاران ملت کی ہے۔ آپ اگر اپنی زندگی میں سے جس کے چوبیس گھنٹے روزانہ فکر نفس و جاں میں صرف ہوتے ہیں کچھ وقت اپنے اسلام اور اپنے خدا کو بھی دینا چاہتے ہیں تو اٹھ کھڑے ہو جئے اور اپنے آپ کو ظاہر کیجئے۔ کاموں کا فیصلہ منٹوں اور لمحوں میں ہو جائے گا۔ پس میں اعلان کرتا ہوں کہ ابنائے ملت میں سے جو ابنائے درد آج کام کرنے کے لیے اپنے اندر کوئی سچی مستعدی اور اس کا اضطراب رکھتے ہیں وہ اس پرچے کو دیکھتے ہی صرف اتنی زحمت گوارہ فرمائیں کہ اپنا اسم گرامی مع نشانی و شغل و پیشہ کے ایک کارڈ پر لکھ کر دفتر الہلال میں بھیج دیں کیونکہ جو طریق کار پیش نظر ہے (اور جو اپنی ابتدائی منزلوں سے گزر بھی چکا ہے) اس میں پہلی چیز یہی سمجھتا ہوں کہ مجاہدین حق اور جاں نثاران ملت کی ایک فہرست جلد سے جلد تیار ہو جائے۔ یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میری دعوت سیر چمن اور تماشائے لالہ زار کی نہیں ہے۔ میں کانٹوں پر لوٹنا چاہتا ہوں اور ایسے ہی ایذا دوست اور زیاں پسند لوگوں کا طالب ہوں جن کو مرہم کی راحت سے زخم کی شورش زیادہ محبوب ہو کیونکہ میں عمل کی دعوت دیتا ہوں اور راہ عمل کبھی بھی پھولوں کی

جا در نہیں رہی ہے پس جو صاحب اپنا اسم گرامی بھیجیں پہلے اپنی مستعدی اور اضطراب دل کا بھی پورا اندازہ کریں۔

گریز داز صفت ما ہر کہ غوغا نیست کسیکہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست[۹]

الہلال کے اگلے شمارہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اعلان کو پڑھ کر تقریباً آٹھ سو آدمیوں نے اپنے نام اور پتے مولانا آزاد کی خدمت میں بھیجے۔ اسی شمارہ میں رکنیت فارم کے چھپنے کا اعلان بھی شائع ہوا اور مولانا نے حزب اللہ کی تشکیل پر عام قارئین اور متفقین کی تحسین و تبریک سے حیات نو اور ولولۂ تازہ محسوس کیا:

"الحمدللہ کہ گذشتہ نمبر کی اشاعت میں جو پہلی آواز من انصاری الی اللہ کی بلند کی گئی تھی اس کے لیے خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل کھول دیے اور اس کے جواب میں نحن انصار اللہ کی صدائے ہمت افزا و امید نواز ہندوستان کے ہر گوشے اور خطے سے بلند ہونے لگی ہے۔ آج منگل کی شام تک تقریباً آٹھ سو ناموں سے فہرست کی ابتدا ہو گئی ہے فالحمد علی توفیقہ و کرمہ و لطفہ۔ آج کی اشاعت کے ساتھ ایک فارم بھی شائع کیا جاتا ہے صرف اس کی خانہ پُری کر کے بھیج دیجئے پچھلے دنوں کے اندر جو رفتار مجاہدین خدمت اسلامی کی اللہ نے دکھلا دی ہے اس نے میرے اندر ایک حیات تازہ پیدا کر دی ہے اور امید ہے کہ دو ہفتے کے اندر اپنی پیش نظر تعداد کو پورا دیکھ لوں گا اور اس کے بعد دوسری منزل کی طرف بڑھوں گا۔ فالسعی منّی والاتمام من اللہ تعالیٰ"[۱۰]

اگلے شمارہ میں اشاعت کے ساتھ رکنیت فارم بھی طبع ہوا جس کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ!

(ہم اللہ کے مددگار ہیں)

اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔

(میری عبادت، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا غرضیکہ میری ہر چیز اللہ

رب العالمین ہی کے لیے ہے۔ اسی قربانی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں پہلا مسلم ہوں۔)

نام ....

پیشہ ....

عمر ....

پتہ ....[۱۱]

الہلال کے آئندہ شمارہ میں مولانا آزاد نے پھر ایک مختصر نوٹ لکھا:

" نفائس دل و دیں دہم بہ نیم نگاہ   بمن معاملہ کن کہ راست گفتارم

اکثر حضرات کو درخواست کے فارم کی کمی کی شکایت تھی اس لیے اس کے پھر چار فارم حاضر ہیں۔ جن حضرات کو اور زیادہ مطلوب ہوں "عارضی ادارہ نظمیہ حزب اللہ" سے دفتر الہلال کے ذریعہ طلب فرمائیں۔ ۲۵، ۲۵ فارموں کی کتابیں مع مضامین دعوت و تبلیغ متعلقہ بھی چھپ رہی ہیں۔ العجل! العجل! العجل! فان الساعۃ اٰتیۃ لا ریب فیھا والعاقبۃ للمتقین"[۱۲]

دو ہفتے تک الہلال کے صفحات میں حزب اللہ کے تعلق سے مزید کوئی اعلان یا خبرنامہ شائع نہیں ہوا۔ ۴ رجون ۱۹۱۳ء کا شمارہ منظر عام پر آیا تو اس میں حسب ذیل طویل نوٹ موجود تھا: "جن صاحبانِ ایقان اور جاں نثارانِ اسلام نے ایک مبہم و مجمل صدائے دعوت کو سن کر اپنا نام بلا تامل بھیج دیا اور ان تمام خطرات و وساوس سے مرعوب نہ ہوئے جو ایسے موقع پر قدرتی طور پر نفس انسانی میں پیدا ہوتے ہیں انھوں نے فی الحقیقت راہِ جاں سپاری و فدویت کا پہلا امتحان دے دیا اور اس طریق دعوت میں فی الحقیقت ایک بہت بڑی حکمت پوشیدہ تھی۔ اس سے یہی مقصود تھا کہ سچی پیاس رکھنے والے اور جھوٹے مدعیان تشنگی میں تمیز ہو جائے۔ جن کو سچی پیاس ہوگی وہ پانی کا نام سنتے ہی دوڑیں گے اور پیاس کی شدت انھیں اس کا موقع ہی نہ دے گی کہ عاقبت بینیوں اور مصلحت اندیشیوں میں مبتلا ہوں۔ پس جن لوگوں نے بلا تامل قدم بڑھایا وہ الحمد للہ کہ پہلی منزلِ امتحان سے کامیاب گزر گئے اور بعد کی آنے والی منزل سے گزرنے کا اپنے تئیں مستحق ثابت کر دیا۔ تائید الٰہی عنقریب اس دعوت کو ایک عظیم الشان جماعت

کی صورت میں ظاہر کرنے والی ہے لیکن جب کہ اغراض ومقاصد کی اشاعت ہوجائے گی تو پھر یاد رہے کہ اس کی طرف سبھی بڑھیں گے لیکن ان کا اجر ان لوگوں کا سا تو نہیں ہوسکتا جنھوں نے خطرات وخدشات کے ہجوم میں اس کا ساتھ دیا ہے۔“ [۱۳]

اسی شمارہ میں یہ بھی اعلان تھا کہ حزب اللہ کے اغراض ومقاصد کی تفصیل وتشریح کے لیے ایک رسالہ الگ سے زیر طبع ہے اور یہ کہ ۱۵؍جون سے اس رسالہ کی ترسیل شروع ہوجائے گی۔ اس کے بعد الہلال کے آئندہ کئی شماروں میں حزب اللہ سے متعلق کوئی زیادہ تفصیلات فراہم نہیں کی گئیں البتہ بعض مختصر اعلانات اور نوٹ ضرور شائع ہوئے جن میں اللہ کی راہ میں سب کچھ قربان کردینے اور ہر دنیوی منفعت سے دست کش ہوجانے کی تلقین کی جاتی رہی [۱۴]

چند ماہ کے وقفہ کے بعد ۳؍دسمبر ۱۹۱۳ء کے شمارہ میں مولانا نے حزب اللہ کے مقاصد اور طریق کار پر ایک مفصل مضمون رقم کیا۔ اغلب گمان ہے کہ یہی وہ مضمون ہے جس کا مولانا نے پچھلے شماروں میں متعدد جگہ حوالہ دیا ہے اور اغراض ومقاصد کا جو رسالہ علیحدہ طبع ہوا تھا اس کے مشمولات بھی وہی تھے جو اس طویل مضمون میں زیر تحریر تھے۔ انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی لائبریری میں ایک رسالہ محفوظ ہے جسے ناظم قومی دارالاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ نے ۱۹۲۱ء میں حزب اللہ کے نام سے شائع کیا تھا۔ اس رسالہ پر مصنف کی حیثیت سے ’امام الہند مولانا آزاد‘ کا نام طبع ہے۔ اس رسالہ کا لوازمہ بھی وہی ہے جو ۳؍دسمبر ۱۹۱۳ء کے الہلال کے شمارہ کا ہے [۱۵] اس مضمون کی ابتدا حسب ذیل قرآنی آیت سے ہوتی ہے۔

رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ أَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ
اجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا [۱۶]

یہ جماعت ”حزب اللہ“ کے نام سے موسوم ہوگی کہ خدا تعالیٰ نے
مومنین مخلصین کو اسی لقب سے ملقّب فرمایا ہے۔

اس کے بعد مولانا نے اس جماعت کا مقصد وحید ”اتباع اسوۂ ابراہیمی ومحمدی علیہما الصلوٰۃ والتسلیم“ قرار دیا ہے کیونکہ قرآن حکم دیتا ہے کہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [۱۷] اور

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ [۸]

اس کے بعد مولانا نے سورہ توبہ کی حسب ذیل آیت کو حزب اللہ کی بنیاد قرار دیا ہے:

اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ
السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ [۹]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سچے مسلمانوں کی آٹھ صفات گنائی ہیں:

اَلتَّائِبُوْنَ (وہ جو توبہ کرنے والے ہیں) مولانا لکھتے ہیں کہ اصلاح و تزکیۂ نفس کا اوّلین مرتبہ توبہ و انابت ہے یعنی بندے کا اپنے اعتقاد و اعمال کی تمام گمراہیوں اور غفلتوں سے کنارہ کشی کرنا اور اللہ کے حضور عہد واثق کرنا کہ وہ آئندہ اس کی مرضیات کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائے گا۔

اَلْعَابِدُوْنَ (اللہ کے عبادت گزار ہیں) توبہ و انابت گزشتہ اعمال کا ترک تھا۔ عبادت حال و مستقبل کا عمل ہے۔

اَلْحَامِدُوْنَ (اس کی حمد و ثنا ہمیشہ وردِ زبان رکھتے ہیں) وہ لوگ جو دنیا میں انسانی اعمال کی حمد و ثنا اور اغراض و مقاصد نفسانیہ کے غلغلے کی جگہ خدائے قدوس کی حمد و ثنا کی پکار بلند کریں اور جو توفیق الٰہی سے اس انقلاب کا وسیلہ بنیں کہ دنیا مادہ پرستی کے شور سے نجات پاکر حمد الٰہی کے ترانوں سے معمور ہو جائے۔

اَلسَّائِحُوْنَ (اس کی راہ میں اپنے گھروں کو چھوڑ کر سفر کرتے ہیں) یعنی جو لوگ حق و صداقت کی راہ میں اپنے گھر اور وطن کے قیام کو ترک کرکے، فرزند و عیال اور دوست و احباب کی الفت سے بے پروا ہوکے اور سفر کی تمام مصیبتوں اور تکلیفوں کو خوشی خوشی جھیل کر نکلیں اور خدا اور اس کی صداقت کے عشق میں شہر شہر کوچہ کوچہ گشت لگائیں۔ خدا کی دعوت کی صدا ان کی زبانوں پر ہو اور ہدایت الٰہی کی امانت دلوں میں۔

مولانا آزاد نے یہاں 'سیاحت' اور 'سائح' کی اچھی تفہیم کی ہے مگر راہِ خدا میں پھرنے کا یہ ترجمہ اس لفظ کے تمام اطراف و جوانب کا احاطہ نہیں کرتا اور نہ یہ اس جامع اصطلاح کی روح سے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے۔ اس لفظ کے لغوی معنیٰ

توزمین میں چلنے پھرنے ہی کے ہیں مگر اصطلاحی سیاحت کا مفہوم صاحب لسان العرب نے یوں ادا کیا ہے الذھاب فی الارض للعبادۃ والترھب[۲۰] (عبادت وریاضت کے لیے کسی سمت کو نکل کھڑے ہونا) اسلام سے پہلے اکثر مذاہب میں رہبانیت کے اس تصور کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے مگر اسلام جو دین فطرت ہے اس نے رہبانیت کو خلاف فطرت قرار دے کر ممنوع ٹھہرایا اور زہد وتوکل: ذکر وفکر، خلوت وتبتّل، ریاضت ومجاہدہ، جستجوئے حقیقت، طلب علم اور دعوت الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ جیسے اطراف سیاحت کو مطلوب ومحمود تسلیم کیا۔ سیاحت کے اس مثبت تصوّر کو اسلام نے روزہ، اعتکاف، عمرہ، حج اور دعوت وجہاد میں سمو دیا ہے۔
اسی لیے احادیث میں ایک طرف یہ ارشاد گرامی موجود ہے کہ لا سیاحۃ فی الاسلام[۲۱] (اسلام میں سیاحت نہیں) اور دوسری طرف آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ سیاحۃ ھٰذہٖ الامۃ الصیامُ ولزوم المساجد[۲۲] (اس امت کی سیاحت روزے رکھنا اور مسجدوں کے ساتھ وابستگی ہے) ابوداؤد کی روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سیاحت اختیار کرنے کی اجازت مانگی۔ آپؐ نے فرمایا سِیَاحَۃُ اُمَّتِیَ الجہادُ فِی سبیل اللہ[۲۳] (میری امت کی سیاحت اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلنا ہے)[۲۴]

اَلرَّاکِعُوْنَ (جو رکوع میں رہتے ہیں) یعنی وہ اپنے روح ودل اور اپنی تمام قوتوں اور اپنے تمام جذبات اور تمام خواہشوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاتے ہیں۔

اَلسَّاجِدُوْنَ، یہ دوسرا مرتبہ ہے۔ ایک مرتبۂ رکوع ہے اور ایک مرتبۂ سجود۔ رکوع صرف جھکنا تھا مگر سجود جھکتے جھکتے اس قدر جھک جانا ہے کہ بے اختیار ومضطر ہو کر زمین پر گر پڑنا اور پیشانی کو گرد وخاک ندامت سے آلودہ کر دینا۔ یہ انکسار وعبودیت کا انتہائی مرتبہ ہے۔

اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ (جو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں) یہ درجۂ عالیہ تمام اوصاف عظیمہ کے بعد مذکور ہوا۔ یعنی جو صداقت کا حکم دیتے ہیں اور راست بازی وعدالت کی طرف بلاتے ہیں اور لوگوں کو برائیوں سے روکتے اور خدا کی زمین کو نفس وشیطان کی پھیلائی ہوئی ضلالت سے بچاتے ہیں۔

وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ۔ اس سے مقصود وہ جماعت ہے جو دنیا میں شریعت حقّہ الٰہیہ کے قیام اور عدل وامن کے نظام کی ذمہ دار ہوتی ہے اور جو حدود وقوانین اللہ تعالیٰ نے قوام عالم وامن انسانیت ونظام مدنیت صالحہ وحفظ حقوق اقوام وملل کے لیے قائم کر دیے ہیں، ایک با اختیار سلطان اور ایک مسئول والیٔ ملک کی طرح ان کی محافظت کرتی ہے۔

مولانا آزاد نے مومنین صالحین کے ان آٹھ اوصاف کو آٹھ درجات سے تعبیر کیا ہے جن میں سے ہر درجہ پچھلے سے اعلیٰ واکمل ہے اور انہی درجات کو انھوں نے حزب اللہ کا دستور العمل قرار دیا ہے۔ مولانا کی اس تربیت کے مطابق الحافظون لحدود اللہ حزب اللہ کا آخری مرتبہ اور مقصد حقیقی ہے اور ان مراتب ثمانیہ کو طے کرنے کے بعد اس جماعت کا فرض ختم ہو جاتا ہے۔ یہی قرآن حکیم کے وہ مقرر کردہ مراتب عمل ہیں جن کو حلقۂ حزب اللہ اختیار کرے گا"[۵۵]

مولانا آزاد نے مسلمانوں کے قرآنی اوصاف ثمانیہ کو حزب اللہ کے لیے مراتب عمل قرار دیا ہے اور ان اوصاف یا مراتب میں درجہ بندی ترتیب وتدریج کے ساتھ فرمائی ہے۔ یہ بات قرآن کے طالب علم کو کھٹکتی ہے کیونکہ ان اوصاف یا مراتب کو بیان کرتے وقت خود قرآن نے کوئی تعقیبی ترتیب قائم نہیں کی ہے کہ پچھلا درجہ یا وصف اگلے درجہ یا وصف کے لیے ناگزیر ہو اور اگلی صفت پچھلی صفت سے اعلیٰ واکمل ہو۔ اس لحاظ سے ان اوصاف کو ترتیب وار درجات یا مراتب عمل قرار دینا زیادہ موزوں معلوم نہیں ہوتا۔ ان تمام اوصاف کا تذکرہ بغیر حرف عطف واؤ کے ہوا ہے جس کا مطلب ہے کہ ہر مسلمان میں انفرادی واجتماعی حیثیت میں ان اوصاف کی موجودگی ناگزیر اور مطلوب ہے۔ اسی طرح رکوع اور سجدہ کی دو صفات یہاں بیان ہوئی ہیں مگر دوسرے مقامات پر قرآن میں صرف رکوع یا صرف سجدہ کا تذکرہ کر کے عبادت وانابت اور خشوع وتبتل کی پوری کیفیت مراد لی گئی ہے۔ اسی طرح ان اوصاف میں سے بیشتر کا تعلق فرد کی اپنی اصلاح وتربیت سے ہے مگر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے وصف میں قومی اور اجتماعی ذمہ داری واضح کی گئی ہے کہ سچے مومن دوسرے انسانوں کے خیر وشر سے بے تعلق ہو کر زندگی نہیں

گزارتے بلکہ دوسرے انسانوں کی اصلاح و تربیت کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں۔

اس کے بعد مولانا آزاد نے حسب ذیل آیت سے بحث کی ہے:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ

(پھر پچھلی قوموں کے بعد ہم نے اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو کتاب الٰہی (قرآن) کا وارث ٹھہرایا جن کو ہم نے اپنی خدمت کے لیے اختیار کرلیا (یعنی مسلمانوں کو) پس ان میں سے ایک گروہ تو ان کا ہے جو اپنے نفوس پر (ترک اعمال اور ارتکاب معاصی سے) ظلم کر رہے ہیں، دوسرا اُن کا جنھوں نے معاصی کو ترک اور اعمال کو اختیار کیا ہے پر خدا پرستی اور ترک نفسانیت میں ان کا درجہ درمیانہ اور متوسطین کا ہے۔ تیسرے وہ، جو اِذن الٰہی سے تمام اعمال حسنہ وصالحہ میں اوروں سے آگے بڑھے ہوئے ہیں اور یہ خدا کا بہت ہی بڑا فضل ہے۔)

اس آیت میں اللہ نے انسانوں کے تین درجے قرار دیئے ہیں۔

۱۔ وہ جو اپنے نفس پر ظلم کر رہے ہیں۔

۲۔ درمیانی طبقہ جو غفلت سے متنبہ ہوا۔

۳۔ خیرات و محاسن میں دوسروں سے پیش پیش رہنے والا۔

انسانوں کی اس قرآنی تقسیم کی بنیاد پر مولانا آزاد نے حزب اللہ کے بھی تین درجے قرار دیے۔

۱۔ ہر مسلمان جو راست بازی کا متلاشی، اصلاح حال کا متمنّی اور اسلام کے اس دورِ غربت میں خدمت و جہاد فی سبیل اللہ کی اپنے دل میں شورش و تپش رکھتا ہے۔ یعنی ظالم لنفسہ سے نکل کر طبقۂ مقتصد میں آنا چاہتا ہے۔ یہیں سے اس کی آزمائش شروع ہو جاتی ہے۔

۲۔ ارباب اقتصاد کا طبقہ جو اپنے اعمال و افعال سے عہدِ الٰہی کے ایفا اور دینِ حنیفی کے میثاق کی تعظیم کا ثبوت دے۔ اس طبقہ کے لیے امور ذیل کی پابندی کا مخلصانہ

عہد کرنا ناگزیر ہوگا:

(الف) احکام شریعت کی تمام ارکان و شرائط کے ساتھ پابندی کرنا۔

(ب) صداقت الٰہی کی راہ میں سیر و سیاحت

(ج) امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے کسی حال میں غافل نہ ہونا۔

(د) ہر حکم اسلامی کی اطاعت کے لیے سراپا انتظار رہنا۔

۳۔ سابق بالخیرات اور حافظ لحدود اللہ کا طبقہ، جو اپنے اعمال و افعال سے درجۂ مسابقت اور مرتبۂ علو و رفعت حاصل کر لے یہی طبقہ حزب اللہ کا خلاصۂ مساعی و جہاد اور اس کا اصل حکمراں ہوگا۔[۲۷]

اس کے بعد الہلال کے کئی شمارے حزب اللہ کے سلسلے میں خاموش ہیں۔ ۸ رجولائی ۱۹۱۴ء کی اشاعت میں تقریباً ایک سال کے طویل وقفہ کے بعد مولانا نے ایک مفصل اعلان شائع کیا جس سے اس جماعت کی سرگرمیوں پر بھی روشنی پڑتی ہے:

أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۱۳۳۱ھ

(۱) حزب اللہ کے مختلف مدارج اور جماعتوں میں سے ایک جماعت السَّائِحُوْنَ الْعَابِدُوْنَ کی ہے جن کا کام یہ ہے کہ تبلیغ و ہدایت اور نشر و اشاعت تعلیم قرآن و سنت کے لیے ہمیشہ سفر و گردش میں رہیں اور جس جگہ زیادہ ضرورت دیکھیں وہاں ایک روز سے لے کر سالہا سال تک کے لیے اس طرح مقیم ہو جائیں کہ

نشستہ ایم کہ از ما غبار برخیزد

(۲) جو چند طالبان حق اس جماعت میں منتخب ہوئے ہیں انھوں نے اپنی سیاحت شروع کر دی ہے۔

(۳) یہ سیاحت ہندوستان اور بیرون ہند دونوں کے لیے ہے لیکن ہندوستان کو مقدم رکھا گیا ہے اور اسی سے کام شروع کیا گیا ہے۔

(۴) کن مقامات میں تبلیغ و تعلیم اور احتساب و دعوت کی زیادہ ضرورت ہے؟ اور کن مقامات میں کس قسم کی ضرورتیں مقدم ہیں؟ اس کی نسبت صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے حزب اللہ کے مفتشین سال گزشتہ اور سال رواں میں تحقیقات کر چکے ہیں صرف دو صوبوں کے متعلق رپورٹ کی تکمیل باقی ہے تاہم اس اطلاع کے

ذریعہ اعلان عام کیا جاتا ہے کہ مختلف مقامات کے باخبر مسلمان اپنی مقامی معلومات کی بنا پر بھی ہمیں اطلاع دے کر دعاۃ وسیّاحین طلب فرما سکتے ہیں۔

(۵) جن شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں مسلمانوں کی مذہبی حالت افسوسناک ہو، اعمال دینیہ کی پابندی بالکل مفقود ہو، رسم ورواج، بدعات ورواٸد، فتنہ وفساد کا نسبتہً زیادہ ظہور ہو، عام اخوت وہمدردی، مصائب اسلامی کا احساس، جماعتی کاموں کا شوق ناپید ہو، تو ایسے مقامات میں سب سے پہلے دعاۃ کو جانا اور قیام کرنا چاہیے پس ہم چاہتے ہیں کہ اس طرح کے مقامات کے لوگ ہمیں فوراً اطلاع دیں اور حسب ضرورت ایک یا دو داعی طلب کریں۔

(۶) اس کے علاوہ جن مقامات کے مسلمان اپنے یہاں قرآن کریم کا باقاعدہ درس جاری کرانا چاہتے ہوں، مواعظ وخطبات صحیحہ وصادقہ کے آرزو مند ہوں، مجالس میلاد اور عام تقریبات میں سچّے اور حقیقی مواعظ کو سننا چاہتے ہوں وہ بھی ہمیں فوراً اطلاع دیں۔ بحمداللہ سال بھر کی سعی کے بعد ہم تیار ہیں کہ اپنے پیش نظر معیار سے نسبتہً اقرب اشخاص بھیج سکیں۔

(۷) دعاۃ وسیّاحین طلب کرنے کے دو طریقے ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ جن مقامات کے مسلمان انھیں طلب کریں، اوّلاً ان کے ضروری مصارف کا انتظام خود کریں اور ایسا کرنا مشکل نہیں ہے۔ صرف ایک محلّے کے مسلمان بھی جمع ہو کر چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ اکثر مقامات پر اسلامی انجمنیں قائم ہیں اور وہ اتنا روپیہ فراہم کر سکتی ہیں جو ایک دو شخص کی ضروریات کے لیے کافی ہو۔ لیکن اگر اس مقام کے مسلمانوں کی حالت ایسی نہیں ہے کہ روپیہ کا انتظام ہو سکے یا کوئی انجمن اور جماعت کا رکن موجود نہیں ہے کہ پورا انتظام کر سکے تو اس صورت میں ہمیں اطلاع دینی چاہیے کہ کم از کم اس قدر انتظام وہاں کے مسلمانوں سے ممکن ہے۔ باقی کا انتظام خود جماعت کرلے گی۔ اگر کسی وجہ سے ایسی حالت ہے کہ کچھ بھی انتظام ممکن نہیں ہے مگر وہاں کام کی ضرورت بھی شدید ہے تو یہ تیسری صورت ہے اور اس صورت میں متوکلاً علی اللہ ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم سے بلا توقف خط وکتابت کی جائے۔ انشاءاللہ تمام

مصارف اپنے ذمہ لے کر حسب ضرورت دعاۃ وسیّاحین کا انتظام کر دیا جائے گا۔

(۸) حزب اللہ کے لیے کوئی فنڈ قائم نہیں کیا گیا ہے اور نہ اس کے شرکاء سے اب تک کوئی رقم دائمی یا یکمشت طلب کی گئی ہے۔ دنیا پہلے روپیہ مانگتی ہے پھر کام کرتی ہے لیکن ہمارے نزدیک ترتیب برعکس ہونی چاہیے ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ جس طرح روپیہ کاموں کے لیے ضروری ہے اسی طرح سخت و شدید مہلکات وموانع میں سے بھی ہے۔ ہم ابتدار سے اس کام کو آج کل کی انجمنوں اور مجلسوں کے عام قواعد ورسوم سے بالکل الگ ہو کر رہے ہیں اور ہمارے پیش نظر اپنے گزشتہ اور بھلائے ہوئے نمونے ہیں ؎

لب تشنگی ز راہ دیگر بردہ ایم ما

(۹) ہم مختصراً یہ بھی تبلا دینا چاہتے ہیں کہ ان دعاۃ وسیاحین کا کام کیا ہوگا۔ کیونکہ اب تک اس کا کوئی نمونہ قوم کے سامنے نہیں آیا ہے بہت ممکن ہے کہ وہ "وعظ وتعلیم" اور "تبلیغ ودعوت" کے نام سے کسی غلطی میں پڑ جائے۔

یہ محض وعظ فروشی کی بساط تجارت بچھانے والا کوئی گروہ نہ ہوگا جو چند دنوں کے لیے ایک دوکاندارانہ دورہ کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ بلکہ دعاۃ وسیاحین سے مقصود ایسے ارباب صدق وخلوص ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ اپنے کاموں اور اپنی سچّی اور راست بازانہ زندگی میں قوم کے لیے ایک نمونہ ثابت ہوں گے وہ مجاہدین فی سبیل اللہ کا گروہ ہے جس نے اپنی تمام بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ دنیوی امیدوں، توقعات اور تعلقات سے کنارہ کش ہو کر اور لذائذ ونعائم حیات کی امنگوں اور خواہشوں سے دل کو صاف کر کے اپنی پوری زندگی خدمت دین وملت کے لیے وقف کر دی ہے اور اللہ اور اس کے ملائکہ مقربین کو اپنی قربانی اور جاں فروشی کے عہد ومیثاق کا گواہ قرار دیا ہے وہ نہ تو دنیا کے طالب ہو سکتے ہیں اور نہ دنیوی عز وجاہ کے خواستگار، نہ آرام وراحت کے متلاشی ہو سکتے ہیں نہ عمدہ بستروں اور لذیذ وقیمتی غذاؤں کے آرزومند، کیونکہ ان تمام چیزوں کو وہ پیچھے چھوڑ آئے ہیں اگر ان چیزوں کے وہ طالب ہوتے تو خود بخود کیوں چھوڑ دیتے؟ وہ اللہ کی رضا اور اس کے کلمۂ حق کی خدمت کی راہ میں سیر وسیاحت کریں گے

اور تمام دقتیں اور مصیبتیں جو اس راہ میں پیش آئیں گی انھیں خوشی خوشی برداشت کریں گے کیونکہ یہی وہ کانٹے ہیں جن کی تلاش میں انھوں نے پھولوں کو چھوڑا ہے اور یہی وہ درد و بے قراری ہے جس کی محبت میں انھوں نے آرام و راحت کی زندگی کو اس کے دشمنوں کی طرح ٹھکرا دیا ہے۔

وہ فقیروں کی طرح نکلیں گے۔ دیوانوں کی طرح آوارہ گردی کریں گے اور جہاں کہیں ٹھہریں گے خاکساروں کی طرح ٹھہریں گے۔ نہ تو وہ کسی سے نذر و نیاز لیں گے اور نہ کسی پر ایک کا بار ڈالیں گے۔ ضرورت کے مطابق ان کے کام ہوں گے۔ وہ قرآن کریم کا درس دیں گے۔ حدیث نبوی کی تعلیمات بیان کریں گے۔ عام دینی مسائل و معتقدات سے لوگوں کو باخبر کریں گے تعلیم یافتہ اصحاب کے مذہبی شکوک اور موجودہ عہد کے اعتقادات و اعمال الحادیہ کی اصلاح کریں گے۔ عام مجلسوں میں، انجمنوں میں، مسجدوں میں ایک واعظ کی طرح جائیں گے۔ ذکر و میلاد کی مجلسوں میں مولود پڑھیں گے اور ہر موقعہ پر لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی مرضیات کی طرف بلائیں گے۔ مساجد کی جماعت وجمعہ کا صحیح و شرعی انتظام اور اس سے ہر طرح کے فوائد و نتائج کا حاصل کرنا ان کا ایک بہت بڑا کام ہوگا۔

صرف انہی کاموں تک ان کی ہمت ختم نہ ہو جائے گی بلکہ ضرورت پڑے گی تو وہ بیماروں کے شب باش تیماردار، ضعیفوں کے بلاعذر خادم، مسجدوں کے لیے بلاتنخواہ کے خطیب و موذن، بچوں کے مفت کے معلّم غرضیکہ ہر حال میں مسلمانوں کے خادم اور مخدوم دونوں ہوں گے اور ہر خدمت کو انجام دینے کے لیے مستعد رہیں گے۔

یہ تو ان کے کاموں کی ایک مختصر سی تفصیل تھی۔ جامع لفظوں میں ان کا مقصد یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے دینی معتقدات و اعمال کی اصلاح و درستگی اور انھیں اعتقاداً و عملاً ایک سچا مسلمان، راسخ الاعتقاد مومن اور اولوالعزم و بلند ارادہ مجاہد فی سبیل اللہ بنانے کی سعی کرنا اور مسلمانوں کے عام طبقات کے اندر وہ تمام معلومات ضروریہ اپنے وعظ و بیان سے پیدا کر دینا جو ایک عالم و صاحب علم

صاحب فضل شخص کو از روئے علم وکتاب حاصل ہیں۔
اس کے لیے ضروری ہے کہ ایسے لوگ مختلف مقامات میں رہ جائیں اور عرصے تک کے لیے اس طرح مقیم ہو جائیں گویا وہی ان کا گھر ہے اور وہیں ان کو آخر تک بسنا اور زندگی گزارنا ہے۔ سلف صالحین کے داعیوں کا یہی اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے محض ادّعائی واعظوں کی چند روزہ گشتوں اور دوروں سے نہ تو کبھی کوئی اثر پیدا ہوا ہے اور نہ کسی گروہ کے اندر اس سے کوئی تبدیلی پیدا ہوگی۔ تبدیلی تعلیم سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ ان چیزوں سے حاصل ہوتی ہے جن کے لیے محض شریعت کے بھیج دینے کی جگہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ظہور و قیام کو اللہ نے ضروری قرار دیا تھا۔

پس وہ اپنے تمام تعلقات و محبوبات سے بے پروا ہو کر خدمت اسلام و مسلمین کے رشتہ کو ترجیح دیں گے اور ایک روز سے لے کر سالہا سال تک کے لیے مقیم ہو جائیں گے تا آنکہ ان کی خدمات کے قابل اطمینان نتائج پیدا ہو جائیں اور مزید قیام کی ضرورت باقی نہ رہے۔

اُن کا طریق درس قرآن وسنت وعموم تعلیم وتبلیغ انہی اصولوں کے ماتحت ہوگا جو دعوت الہلال کے اصل الاصول ہیں[۴۸]

الہلال کے اس تفصیلی اعلان سے جماعت حزب اللہ کے دستور العمل، طریقہ کار اور سرگرمیوں پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ اس سے یہ نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں کہ:-

۱۔ جماعت حزب اللہ ایک دینی و اصلاحی تحریک تھی۔ اس کا اصل کردار احیاء و تجدید دین کا کردار تھا۔ مولانا آزاد اس تحریک کے ذریعہ مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی زندگی کو قرآن وسنت کی راہ پر گامزن کرنا چاہتے تھے۔ جماعت حزب اللہ پر وقتی وعارضی سیاست کی چھاپ لگانا اور اسے محض تحریک آزادی کی عینک سے دیکھنا صریح ناانصافی ہے[۴۹] جن قلم کاروں نے جماعت حزب اللہ کے تئیں یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس کا بنیادی مقصد استخلاص وطن کی خاطر مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف متحد اور مجتمع کرنا تھا اور یہ کہ اس پلیٹ فارم سے مولانا آزاد

علماء کو مذہب کے نام پر اکٹھا کرنا چاہتے تاکہ وہ سیاسی محاذ پر مجاہدین وطن کے ہاتھوں کو مضبوط کرسکیں، ان لوگوں نے عدل اور راست بازی سے کام نہیں لیا ہے۔ یہ لوگ دراصل حزب اللہ کے آفاقی پیغام اور اس کے مستقل اسلامی کردار پر سیکولرزم کا لیبل لگا کر سرخ رو ہونا چاہتے ہیں۔

۲۔ گاؤں گاؤں اور بستی بستی گشت کرنے اور عوامی مسائل و حالات سے واقف ہوکر ان کی اصلاح کرنے کا فریضہ تحریک کے کارکنوں کے سپرد تھا۔ یہ کوئی وقتی اور عارضی اُبال نہ تھا بلکہ مدتوں کی غور و فکر اور بحث و تحقیق کا ماحصل تھا۔ مولانا آزاد کے نزدیک احیاء اسلام کی یہی واحد راہ تھی۔

۳۔ مولانا نے کوئی نیا طریق عمل یا نظام کار نہیں دیا بلکہ جن اداروں سے مسلمان معروف و مانوس تھے انہی کو اپنے مقاصد و مفاہیم کی تبلیغ کے لیے استعمال کیا یعنی درس قرآن و حدیث، مواعظ و خطبات صحیحہ، جماعت و جمعہ، عیدین اور مجالس میلاد و تقریبات کے ذریعہ تفہیم و ترسیل۔

۴۔ حزب اللہ نے عوامی چندہ کی مہم نہیں چلائی، بلکہ جماعتی مسائل و مصارف کو مخلص کارکنوں کے جذبۂ انفاق سے پورا کرنے کا منصوبہ بنایا۔

۵۔ جماعت نے پورے ایک سال تک دعاۃ و سیّاحین کی تربیت کی اور انھیں پیش نظر مقاصد کے حصول کے لیے تیار کیا۔ اس تربیت و تیاری کے مراحل کیا تھے، کیا ذرائع و وسائل اختیار کیے گئے اور اس تربیت کا خاکہ، نصاب اور نظام کیا تھا، سب پردۂ راز میں ہیں۔

۶۔ حزب اللہ کا ایک منصوبہ مختلف مقامات اور آبادیوں میں مستقل دعاۃ اور مبلغین کو آباد کرنا تھا تاکہ ان کے دیرپا اثرات معاشرہ پر مرتب ہوسکیں۔[۴۲]

الہلال کے اگلے شمارہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر کلکتہ سے ہٹ کر مضافاتی علاقہ میں ایک مرکزی دفتر "دارالجماعۃ" کی بنیاد بھی ڈال دی گئی تھی کیونکہ ایک مرکزی دارالجماعۃ کی تاسیس حزب اللہ کے تمام کاموں کی تکمیل کے لیے ضروری تھی۔ اس کے بغیر نہ تو جماعت کے مختلف مدارج کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہوسکتا تھا اور نہ اخوان جماعت کی مجتمعہ مجاہدات کا سلسلہ شروع ہوسکتا تھا۔ مگر دلچسپ بات یہ ہے

اتنے بڑے منصوبہ کی تکمیل کے لیے مولانا آزاد نے عوام سے اعانت کی اپیل نہ کی کیونکہ" انجمنوں کے چندوں اور ممبری کی فیس کے روپیوں سے کالج بن سکتے ہیں اور لوگوں کو اسکولوں کے بورڈنگ ہاؤسوں میں کرایہ دے کر رکھوایا جا سکتا ہے لیکن دین کی خدمت نہیں ہوسکتی۔ خدا کے کاموں کے لیے صرف خدا کے بخشے ہوئے جوش اور دل کے خودبخود اٹھے ہوئے ولولوں ہی کی ضرورت ہے چندوں کی فہرستوں کی رقمیں دل کا ولولہ اور قربانی کا عزم کہاں سے لائیں گی"۔[۳۲]

الہلال ہی کی فائیلوں سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کلکتہ شہر کے مشرقی کنارے پر ایک غیر آباد قطعۂ زمین حاجی مصلح الدین صاحب نے وقف کی حاجی صاحب مولانا آزاد کے قدیم نیاز مندوں میں سے تھے۔ انھوں نے نہ صرف ایک وسیع و عریض علاقہ دارالجماعۃ کی تاسیس کے لیے وقف کیا بلکہ اس کی عمارتوں میں سے ایک عمارت دارالارشاد کے تمام مصارف بھی انھوں نے اپنے ذمے لیے۔ اس عمارت کے بنیادی پتھر کی تنصیب حاجی صاحب کے ہاتھوں ماہ رمضان میں افطار کے وقت سے ذرا پہلے عمل میں آئی۔ جو کاغذات بطور آثار اساس کے بنیاد میں رکھے گئے ان میں ایک بوتل کے اندر سورۂ حج کی آیت ۷۸ اور سورہ یونس کی آیات ۸۵ - ۸۸ بھی تھیں۔

دارالارشاد کے بالکل سامنے ایک وسیع مسجد کی تعمیر بھی اسی سال مکمل ہوگئی مولانا آزاد کا ارادہ تھا کہ دارالارشاد کے ساتھ ہی ایک کتب خانہ کی عمارت بھی تعمیر کرائیں گے اور اپنا ذاتی کتب خانہ کے دونوں جانب مسلسل کمروں کی قطاریں رکھنے کا منصوبہ تھا جن میں سامنے برآمدے، عقب میں غسل خانے اور وسط میں ایک کشادہ کمرے کی گنجائش رکھی گئی تھی جس میں کئی سو آدمیوں کی رہائش کا انتظام ہوسکتا تھا۔ یہ مولانا کی فوری منصوبہ بندی تھی جس پر عمل درآمد جماعت کے تربیتی و تنظیمی کام کے آغاز کے لیے ضروری تھا۔[۳۳]

جماعت حزب اللہ کے مخاطب مرد اور عورت دونوں تھے۔ آرہ (بہار) کی ایک خاتون صالحہ بنت سید محمد صالح مرحوم نے اس کی دعوت کی تائید کرتے ہوئے فرقہ نسواں کی شرکت و شمولیت کے متعلق استفسار کیا اور اس راہ کی ایک رکاوٹ پردہ کا بھی ذکر کیا تو مولانا آزاد نے انھیں جواباً

دیا کہ حزب اللہ کا مقصد مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنانا ہے اور اسلام مرد و عورت دونوں کے لیے آیا ہے اس لیے جماعت کی رکنیت کے لیے بھی مرد اور عورت میں تفریق نہیں ہو سکتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ دنیا کے تمام بڑے انقلابات کے پس پشت جنس مخالف کی کارفرمائی صاف دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ طبقہ گھروں کے اندر رہ کر وہ عظیم الشان تبدیلیاں پیدا کرسکتا ہے جو باہر کے مجموں اور مجلسوں میں بڑے بڑے واعظین و مصلحین نہیں کرسکتے۔ مولانا آزاد نے اس جواب میں یہ اطلاع بھی دی کہ مقامی خواتین کے علاوہ دور دراز کی بیگمات و خواتین بھی پارٹی میں شامل ہونے کا فیصلہ کرچکی ہیں رہا پردے کا سوال تو اس کو اس مسئلے سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ خدا کا ہر بندہ اپنی جگہ پر رہ کر اپنے خدا سے مل سکتا ہے اس کے لیے باہر نکلنے کی ضرورت نہیں ہے[۳۴]

الہلال کی فائیلوں سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جماعت کی توسیع ملک کے مختلف صوبوں میں ہوئی یا نہیں اور اگر ملک کے مختلف حصّوں میں اس دعوت کے اثرات رونما ہوئے تو تنظیمی ڈھانچہ کس طرح استوار ہوا تاہم مولانا آزاد کی زندگی اور خدمات پر کام کرنے والے محقق جناب ابوسلمان شاہجہاں پوری کے ایک مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف صوبوں میں جماعت کی تنظیم کچھ اس طرح تھی:

۱۔ پنجاب میں مولانا داؤد غزنوی اور مولانا عبداللہ قصوری اور مولانا محی الدین قصوری مولانا آزاد کے خلفائے مجاز اور جماعتی امور کے ذمہ دار تھے۔

۲۔ سندھ میں پیر سیّد تراب علی شاہ راشدی مولانا کے خلیفہ مجاز اور تنظیم کے سربراہ تھے۔

۳۔ یوپی میں مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی لکھنؤ کو مرکز بنا کر کام کر رہے تھے۔

۴۔ صوبہ بنگال میں صدر مقام کلکتہ تھا جہاں خود مولانا کی ذات موجود تھی۔

۵۔ صوبہ بہار میں مولانا ابوالمحاسن محمد سجّاد مرحوم تنظیم جماعت اور امارت شرعیہ کے قیام کے لیے متعین کیے تھے۔

فاضل محقق نے مولانا آزاد کے چند مریدوں کے نام بھی شمار کرائے ہیں جیسے خواجہ عبدالحئی فاروقی، مستری محمد صدیق کپورتھلہ، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم امرتسر، شیخ قمرالدین لاہور، مولانا غلام رسول مہر اور مولوی محمد یونس خالدی لکھنؤ[۳۵]

الہلال کے مطالعہ اور جماعت حزب اللہ کے اغراض و مقاصد اور طریقہ کار

سے اتفاق واطمینان کے بعد جب کوئی شخص احکام شرع کے مطابق زندگی بسر کرنے اور نظم جماعت کی پابندی کرنے کا عہد کرتا تھا تو مولانا آزاد اس سے سنت نبوی کے مطابق عہد لیتے تھے جس میں پوری شریعت کی مخلصانہ پیروی اور خدا کی رضا کے آگے اپنی خواہشات کو قربان کر دینے کی بیعت شامل ہوتی تھی۔ مولانا غلام رسول مہر نے مولانا آزاد کا وہ پیغام شائع کر دیا ہے جو انھوں نے ۱۹۲۱ء میں عزیزانِ پنجاب کے نام جاری کیا تھا۔ اس تحریر سے بیعت کا پورا مسودہ سامنے آجاتا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

"جن عزیزوں نے گزشتہ سال یا امسال یا اس سے پہلے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے ان سب کی اطلاع کے لیے میں یہ سطریں شائع کرتا ہوں۔ انھوں نے میرے ہاتھ پر پانچ باتوں کا عہد کیا ہے:

اوّل..... امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور توصیۂ صبر کا، یعنی ہمیشہ نیکی کا حکم دیں گے، برائی سے روکیں گے۔ صبر کی وصیت کریں گے۔

ثانیاً.... الحبّ فی اللہ، والبغض فی اللہ کا، یعنی اس دنیا میں ان کی دوستی ہوگی تو اللہ کے لیے اور دشمنی ہوگی تو اللہ کے لیے۔

ثالثاً.... لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم کا یعنی سچائی کے راستے میں وہ کسی کی پروانہ کریں گے اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈریں گے۔

رابعاً.... اس بات کا کہ اللہ اور اس کی شریعت کو دنیا کے سارے رشتوں ساری نعمتوں اور ساری لذتوں سے زیادہ محبوب رکھیں گے۔

خامساً.... اطاعت فی المعروف کا یعنی شریعت کے ہر حکم کی اطاعت بجا لائیں گے جو ان تک پہونچایا جائے گا۔

میں ان کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ یہ ان کا قول تھا اور اب چاہیے کہ اپنے عمل سے بھی اس کی پوری تصدیق کریں اور کامل انقطاع اور راست بازی کے ساتھ اپنے تئیں اللہ کے سپرد کر دیں۔ یہ ان کا عہد مطالبہ کرتا ہے کہ حسب ذیل باتیں ان کی روزانہ زندگی میں نمایاں

ہوجائیں اور ہر شخص ان کو ان کی خصلتوں اور طریقوں کی وجہ سے ممتاز دیکھ لے۔

۱۔ ولایتی کپڑوں کا خریدنا، بیچنا، پہننا، پہنانا یک قلم ترک کر دیں اور دیسی کھدّر کا لباس اختیار کریں۔

۲۔ اسلامی خلافت اور بلاد اسلامیہ کی حفاظت ہندوستان کی آزادی پر موقوف ہے۔ پس جہاں تک ان کے امکان میں اپنے دل سے، اپنی زبان سے، اپنے مال سے، اپنے عمل سے اس کام میں مدد دیں۔

۳۔ کسی مسلمان سے اپنے دل میں کینہ و عداوت نہ رکھیں، اگرچہ وہ ان کا کیسا ہی دشمن ہو۔ تمام مسلمانوں سے صلح و محبّت کا برتاؤ کریں اور اپنی جانب سے کسی مسلمان کے خلاف قدم نہ اٹھائیں۔ دوسرا اٹھائے تو جہاں تک بھی ان کے امکان میں ہو، بخش دیں۔ کسی طرح بھی اپنے وجود کو تفریق کا سبب نہ بنائیں۔

۴۔ احکام و مصالح شرعیہ کے مطابق ہندوؤں سے ہمارا اتحاد ہے پس کامل اتفاق اور سازگاری کے ساتھ رہیں اور ان کی جانب سے اپنے دل میں کسی طرح کی کھوٹ نہ رکھیں اور کوئی بات لڑائی جھگڑے کی ایسی نہ کریں جس سے اتحاد کو نقصان پہونچے۔ تمام احکام و ارکان اسلام کی پابندی اور ٹھیک ٹھیک بجا آوری ان چار باتوں کے علاوہ ہے اور ان سے مقدم ہے اور ان کی بابت وہ بیعت کرتے ہوئے سب سے پہلے عہد کر چکے ہیں۔

جو مسلمان مجھ سے اپنی بیعت کا رشتہ قائم رکھنا چاہتا ہے اس کا فرض ہے کہ ان باتوں پر کاربند ہو، جس نے اس پر عمل نہ کیا اس سے میرا کوئی رشتہ نہیں۔"[۳۶]

دوسری تحریر بیعت کے وہ الفاظ ہیں جو مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کو مولانا آزاد نے لکھ کر دیے تھے۔ اس سے بھی اس تحریک کی دینی و اسلامی روح نکھر کر سامنے آتی ہے:

"اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَبِمَا جَآءَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَاٰمَنْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ و

بِمَا جَآءَ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاَسْلَمْتُ وَاَقُوْلُ اِنَّ صَلٰوتِیْ
وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ
اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

بیعت کرتا ہوں میں محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ خلفاء ونائبین کے اس بات پر کہ:

۱۔ اپنی زندگی کی آخری گھڑیوں تک لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ کے اعتقاد وعمل پر قائم رہوں گا اگر استطاعت پائی۔

۲۔ پانچ وقت کی نماز قائم رکھوں گا، رمضان کے روزے رکھوں گا زکوٰۃ اور حج ادا کروں گا اگر استطاعت پائی۔

۳۔ ہمیشہ زندگی کی ہر حالت میں نیکی کا حکم دوں گا، برائی کو روکوں گا، صبر کی وصیت کروں گا۔

۴۔ میری دوستی ہوگی تو اللہ کی راہ میں اور دشمنی ہوگی تو اللہ کی راہ میں۔

۵۔ اور بیعت کرتا ہوں اس بات پر کہ ہمیشہ زندگی کی ہر حالت میں اپنی جان سے، اپنے مال سے، اپنے اہل وعیال سے، دنیا کی ہر نعمت اور دنیا کی ہر لذت سے زیادہ اللہ کو، اس کے رسول کو، اس کی شریعت کو، اس کی امت کو محبوب رکھوں گا اور اس کی راہ میں جو حکم کتاب وسنت کے مطابق دیا جائے گا سمع وطاعۃ کے ساتھ اس کی تعمیل کروں گا۔"[۳۷]

جماعت حزب اللہ آئینی اور جمہوری طریقۂ کار پر یقین رکھتی تھی۔ الہلال کے ایک قاری کے سوال کے جواب میں مولانا آزاد نے واضح کر دیا تھا کہ نہ تو حکومت کی کاسہ لیسی جائز ہے نہ انتہا پسندوں کی خوں ریزی اور فتنہ وفساد کی اسلام اجازت دیتا ہے۔ ایک شخص اگر مسلمان ہے تو وہ فتنہ وفساد اور بغاوت کا مجرم نہیں ہو سکتا لیکن اس کے ساتھ ہی اسلام ہر شخصی جبر واستبداد کا مخالف ہے اور اپنے پیروؤں کو جائز آزادی حاصل کرنے کے لیے ہر وقت حرکت میں دیکھنا چاہتا ہے[۳۸] تاہم مولانا آزاد نے ایک دوسرے موقعہ پر حضرت ابراہیمؑ کے اسوہ سے یہ

نکتہ بھی نکالا تھا کہ "احیائے صداقت اور اقامت حق اور عدل کے لیے مخفی تدابیر بھی کرنی پڑتی ہیں، پوشیدہ طور پر کید و تدبیر سے بھی کام لینے کی حاجت پڑتی ہے اور اس مدعا کے لیے یہ تمام باتیں جائز و درست بلکہ ضروری و لازم العمل ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے بت خانے میں کیا کیا تھا؟"[۳۹]

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جمہوری و آئینی طریق کار کو اختیار کرنے کے باوجود اس بات کی گنجائش بہر حال رکھی گئی تھی کہ جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے اِنِّیْ سَقِیْمٌ (میں بیمار ہوں) کہہ کر توریہ سے کام لیا تھا اور بعد میں چپکے سے بت کدہ میں گھس کر بتوں کو پاش پاش کر دیا تھا اور بڑے بت کے گلے میں لٹکتی ہوئی کلہاڑی چھوڑ آئے تھے اسی طرح جماعت حزب اللہ بھی بوقت ضرورت خفیہ تدابیر اور کید و مکر سے کام لے سکے۔

جماعت حزب اللہ سے متعلق ان تفصیلات کو دیکھ کر یہ کہنا مبالغہ آمیز نہ ہوگا کہ یہ ہندوستان میں بیسویں صدی کی وہ پہلی اسلامی تحریک تھی جس نے رجوع الی القرآن کی مہم چلائی، اصلاح وتجدید ملّت کا نصب العین مسلمانوں کے سامنے روشن کیا، اسلام کی جامع اور مکمل تعلیمات کو مشعل راہ بنانے پر زور دیا اور مذہب وسیاست کو یکجا کر کے تحریک آزادی میں شمولیت کے ساتھ احیائے اسلام کی مختلف منازل ومراحل کے چراغ روشن کیے۔ لیکن یہ سوال آج بھی اطمینان بخش جواب کا طالب ہے کہ قید و بند کی صعوبتوں کے باوجود تحریک آزادی میں قائدانہ کردار ادا کرنے والے رہنما نے حزب اللہ کی بساط کیوں لپیٹ کر رکھ دی اور تجدید واحیائے دین کے اس عظیم الشان اور تابناک باب کو کیوں بند کر دیا؟ اس المناک صورت حال کا جو تجزیہ بھی پیش کیا جائے اس حقیقت سے صرف نظر کرنا مشکل ہے کہ بعد میں ہندوستانی مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لیے اٹھنے والی ہر تحریک اسلامی پر حزب اللہ کے کم وبیش اثرات مرتسم ہیں۔ مولانا محمد الیاسؒ (۱۳۰۲-۱۳۶۳ھ) کی جماعت تبلیغ ہو یا مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (۱۹۰۳ء- ۱۹۷۹ء) کی قائم کردہ جماعت اسلامی، دونوں اپنے پیغام، نصب العین اور طریق کار میں حزب اللہ سے متاثر نظر آتی ہیں۔ اسی لیے جناب مالک رام کی یہ بات بالکل درست معلوم ہوتی ہے کہ:

"مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں، کوئی اسے ماننے یا نہ مانے کہ یہ الہلال کی دعوت کا اثر تھا اور الہلال ہی نے وہ زمین تیار کی تھی جس پر بعد کو جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت نے اپنی اپنی عمارت کھڑی کی۔ افسوس ہے کہ یہ موضوع آج تک تشنۂ تحقیق ہے.... تقابلی مطالعے سے دیکھنا چاہیے کہ جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت کے طریق کار اور مقاصد نے الہلال کی دعوت سے کس حد تک فائدہ اٹھایا۔ مطالعے کے دوران میں انحراف اور ردّ و بدل کے پہلو بھی سامنے آسکتے ہیں لیکن اس سے نہ الہلال کی دعوت کی اہمیت کم ہوتی ہے نہ ان تحریکوں کے اس سے متاثر ہونے کی تغلیط۔" [۲۲]

تعلیقات وحواشی

[۱] مقالات الہلال، ادبستان لاہور، ۱۹۵۵ء ص ۹۷-۹۸ نیز ۱۳۹-۱۴۰

[۲] خطبات آزاد، مرتبہ مالک رام، ساہتیہ اکادمی نئی دہلی، ص ۲۷

[۳] البلاغ ۷ ار مارچ، ۲۴ مارچ اور ۳۱ مارچ ۱۹۱۶ء کا مشترکہ شمارہ

[۴] الہلال، جلد اوّل، شمارہ ۲۳، دسمبر ۱۸، ۱۹۱۲ء ص ۶

[۵] نفس مصدر، جلد اوّل، شمارہ ۴ ار اکتوبر، ۱۹۱۲ء ص ۷-۸

[۶] مثال کے طور پر مولانا محمد حسین بٹالوی (۱۸۴۰-۱۹۲۰ء) نے جہاد کی منسوخی پر ایک رسالہ الاقتصاد فی مسائل الجہاد فارسی زبان میں تصنیف فرمایا اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے بھی شائع کرائے۔ مولانا مسعود عالم ندوی کے بقول پوری کتاب تحریف وتلبیس کا نمونہ ہے۔ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، دہلی ۱۹۸۱ء ص ۲۰-۲۱۔

[۷] اس نکتۂ نظر کی وضاحت کے لیے سرسیّد احمد خاں مرحوم (۱۸۱۷-۱۸۹۸ء) کی تفسیر القرآن دیکھیے رفاہِ عام پریس، لاہور، جلد اول ص ۲۵۳-۲۵۴ سورہ بقرہ آیت ۱۸۶ کی تشریح۔

[۸] الہلال، جلد اوّل، شمارہ ۱۶-۱۷، نومبر ۶، ۱۹۱۲ء ص ۳

[۹] نفس مصدر، جلد دوم، شمارہ ۱۶ ار اپریل ۲۳، ۱۹۱۳ء ص ۲۵۷-۲۵۸

[۱۰] نفس مصدر، جلد دوم، شمارہ ۱۷ ار اپریل ۳۰، ۱۹۱۳ء ص ۳۱۳۔

۱۱ھ نفس مصدر، جلد دوم، شمارہ ۱۸- مئی ۲؍ ۱۹۱۳ء ص ۳۱۲

۱۲ھ نفس مصدر، جلد دوم شمارہ ۱۹- مئی ۱۴؍ ۱۹۱۳ء ص ۳۱۳

۱۳ھ نفس مصدر، جلد دوم شمارہ ۲۲- جون ۴؍ ۱۹۱۳ء ص ۳۷۴

۱۴ھ مثال کے طور پر الہلال کی مندرجہ ذیل اشاعتیں دیکھیے جلد سوم شمارہ ۱- جولائی ۲؍ ۱۹۱۳ء ص ۷: جلد دوم، شمارہ ۲۵، جون ۲۵؍ ۱۹۱۳ء ص ۴۲۹ جلد سوم شمارہ ۲- جولائی ۹؍ ۱۹۱۳ء ص ۲۶

۱۵ھ اس لیے پروفیسر مشیر الحق کے اس اظہار شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ ہمارے پاس اس بات کا پتہ چلانے کا کوئی یقینی ذریعہ نہیں ہے کہ ایا اغراض ومقاصد پر مشتمل کوئی رسالہ شائع ہوا اور ممبروں کے پاس بھیجا گیا یا نہیں ؛ دیکھیے مضمون حزب اللہ- مولانا آزاد کی انقلابی کتابِ حیات کا ورق ایوانِ اردو دہلی، مولانا ابوالکلام آزاد نمبر، جلد ۲ شمارہ ۸، دسمبر ۱۹۸۸ء ص ۹۶-۱۰۴

۱۶ھ قرآن کریم، بنی اسرائیل : ۸۰

۱۷ھ قرآن کریم، احزاب : ۲۱

۱۸ھ قرآن کریم، ممتحنہ : ۴

۱۹ھ قرآن کریم، توبہ : ۱۱۲

۲۰ھ

۲۱ھ

۲۲ھ

۲۳ھ سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد، ۶

۲۴ھ مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، جلد سوم، فاران فاؤنڈیشن، لاہور ۱۹۸۶ء ص ۶۲۶-۶۲۷

۲۵ھ الہلال، جلد سوم، شمارہ ۲۳- دسمبر ۳؍ ۱۹۱۳ء ص ۴۲۱ — ۴۲۳

۲۶ھ قرآن کریم، فاطر: ۳۲

۲۷ھ الہلال، جلد سوم، شمارہ ۲۳، دسمبر ۳؍ ۱۹۱۳ء ص ۴۲۴

۲۸ھ نفس مصدر، جلد پنجم، شمارہ ۲- جولائی ۸؍ ۱۹۱۴ء ص ۲۸ - ۲۹

۲۹ھ اس نقطۂ نظر کی بھرپور ترجمانی کے لیے پروفیسر مشیر الحق کا مضمون دیکھیے، حزب اللہ — مولانا آزاد کی انقلابی کتاب حیات کا ایک ورق، حوالہ بالا، ص ۹۶ - ۱۰۴

۳۰ھ عبید اللہ فہد فلاحی، سیاست الہلال اور ہندوستانی مسلمان، ہلال پبلی کیشنز، کلکتہ

سنہ ۱۹۹۰ء، ص ۱۳۷ - ۱۳۹

۳۱ الہلال، جلد پنجم شمارہ ۵، جولائی ۲۹/ ۱۹۱۴ء ص ۸۹

۳۲ نفس مصدر، ص ۸۹

۳۳ نفس مصدر، ص ۹۱-۹۲

۳۴ نفس مصدر، جلد دوم، شمارہ ۲۱، مئی ۲۸/ ۱۹۱۳ء ص ۳۶۷

۳۵ ماہنامہ برہان دہلی، ستمبر ۱۹۷۰ء ص ۱۶۳ - ۱۶۵

۳۶ مولانا غلام رسول مہر، نقش آزاد، لاہور، دوسرا ایڈیشن ۱۹۵۶ء ص ۳۴۳ - ۳۴۵

۳۷ عبدالرزاق ملیح آبادی، ذکر آزاد، کلکتہ ۱۹۶۰ء ص ۲۵-۲۶

۳۸ الہلال، جلد اول، شمارہ ۳، جولائی ۲۷/ ۱۹۱۲ء ص ۲

۳۹ نفس مصدر، جلد سوم، شمارہ ۵، جولائی ۳۰/ ۱۹۱۳ء ص ۸۴

۴۰ ایوان اردو دہلی میں مالک رام کا مضمون "ابوالکلام آزاد - کچھ کرنے کے کام" جلد ۲، شمارہ ۸، دسمبر ۱۹۸۸ء، ص ۱۰-۱۱ (یہ مقالہ اردو اکیڈمی گجرات کے سمینار ۱۱-۱۲/ اکتوبر ۱۹۹۸ء گاندھی نگر کی دعوت پر لکھا گیا)

قرآن اہل کتاب اور مسلمان

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

قرآن کریم میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے حالات پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے ان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات، ان کی بداعتقادیوں اور بداعمالیوں کی تفصیلات اور ان کے نتیجے میں دی جانے والی سزاؤں اور تنبیہوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس مفصل تذکرہ کا کیا مقصد ہے؟ اور اس میں مسلمانوں کے لیے عبرت و نصیحت کے کون سے پہلو ہیں؟ اس کتاب میں اس نوعیت کے تمام اہم موضوعات سے بحث کی گئی ہے۔

کتاب پر سکریٹری ادارہ مولانا سید جلال الدین عمری مدظلہ کا مبسوط اور وقیع مقدمہ بھی ہے۔

عمدہ کتابت و طباعت، صفحات ۲۹۶ قیمت : ۷۰ روپے

ملنے کے پتے

۱۔ ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ

۲۔ مرکزی مکتبہ اسلامی ۱۳۵۳، چتلی قبر، دہلی